سوال

(01) عقیقہ اور قربانی کی شرعی حیثیت بسلسلہ کیا اسلام میں قربانی جائز ہے۔؟

جواب

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

عقیقہ اور قربانی کی شرعی حیثیت

بسلسلہ

کیا اسلام میں قربانی جائز ہے۔

<u>از مولنا محمد عبید اللہ خاں صاحب عیف لاہور</u>

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة الله وبرکاته!

الحمد لله، والصلاة والسلام علىٰ رسول الله، أما بعد!

جو اسلامی نظام کا نفاذ نہیں چاہتے۔

تشکیل پاکستان کے کچھ عرصہ بعد سے ملک میں اسلام دشمن گروہوں نے آپس میں اس امر کے لئے گٹھ جوڑ کر لیا ہے اور اس کے لئے مسلسل پروپیگنڈا شروع کر رکھا ہے کہ ملک میں اسلامی قانون نافذ نہ ہو۔ وہ تین گروہ یہ ہیں۔ 1۔ کیمونسٹ 2۔ منکرین حدیث (پرویز پارٹی) 3۔ مرزائی

یہ تینوں ٹولے اسلامی نظام اور اس کی تعدی پابندیوں اور اخلاقی اصولوں سے لرزاں وترساں ہیں ان کو قطعاً گوارا نہیں کہ پاکستان میں کوئی ایسا نظام زندگی قائم ہو۔ جو خالص کتاب و سنت پر مبنی ہو۔ ان کو یہ حقیقت اچھی طرح معلوم ہے کہ پاکستان کے مسلمان اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود صف اسلامی نظام زندگی او کتاب سنت کے ساتھ بے پناہ محبت رکھتے ہیں اس لئے یہ تینوں ٹولے اسلامی عقائد او احکام کا برملا انکار کرنے کی اپنے اندر ہمت نہیں پاتے۔ بلکہ اسلامی عقائد و اعمال پر مختلف بہانوں سے حملہ کرتے ہیں۔ اور ان کی اہمیت گھٹانے میں کوشاں اور ان کا مذاق اڑانے میں جتے ہوئے ہین۔ پاکستان کا خواندہ طبقہ مرزائیوں کے علم کلام اور طریقہ واردات سے اب ناواقف نہیں رہا۔ لیکن انہین یہ پتہ نہیں کہ کیمونسٹ اور پرویز پارٹی مرزائیوں سے بھی زیا نقصان دہ ہے۔

کیا عقیقہ جاہلی رسم ہے۔

جن مسائل شرعیہ کو ان دونوں نے اپنی مزعومہ تحقیق اور ریسرچ کی آماجگاہ بنا رکھا ہے ان میں عقیقہ اور قربانی کے مسئلے بھی شامل ہیں۔ ان میں نام نہاد محققین کی تحقیق کا ماحصل یہ ہے کہ عقیقہ جاہلی رسم ہے عید قربان کے موقعہ پر قربانی کا اہتمام کنا معاذ اللہ قومی اموال کا بے محا با ضیاع ہے۔ اور قومی دولت کا یہ اسراف ان کے مطابق قومی خیانت کا ارتکاب ہے جہاں تک اس تحقیق زدہ لوگوں کے دلائل کی معقولیت کا تعلق ہے۔ تو حقیقت یہ ہے کہ مرزائی ٹولے کی طرح ان کے ہاں بھی بس چند مغالطے اور مفروضے ہیں جنھیں نمک مرچ لگا کر پیش کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اسی طرح اک ایک مضمون 13 اکتوبر 1984ء کے روزنامہ جنگ لاہور میں کیا عقیقہ دور جہالت کی رسم تھی کے عنوان سے جناب ایم اشرف صاحب اعظم کلاتھ مارکیٹ کا شائع ہوا۔ جو دراصل جناب پروفیسر رفیع اللہ شہاب کے ایک انگریزی مضمون کا اردو ترجمہ ہے۔ جو گزشتہ سال پاکستان ٹائمز میں شائع ہوا تھا چونکہ اس مضمون مین عقیقہ کے عدم جواز کے بارے میں امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب ایک غلط فتوی کی آڑ لے کر قربانی جیسے مسلمہ شعار اسلام اور چار ہزار سال سے رائج سنت متواتر کی اہمیت اور مشروعیت کو چیلنج کر کے ملت اسلامیہ پاکستان کے زہنوں میں تشکیک کا زہر گھولنے کی کوشش کی گئی ہے اس لئے بہت سے احباب نے ہمیں اس مضمون کے تراشے اور فوٹو اسٹیٹ بھیج کر اس کا تحقیقی اور علمی جائزہ لینے کی فرمایشیں کی ہیں۔ مزید برآں جنگ کے ادارتی نوٹ میں بھی اس موقف پر اظہار خیال کی دعوت دی گئی ہے۔ چنانچہ پیش نظر مقالہ میں اسی مضمون کا تحقیقی اور علمی جائزہ پیش کیا جاتا ہے واللہ اعلم

وجہ مغالطہ

پروفیسر رفیع اللہ صاحب کے مترجم ایم اشرف صاحب لکھتے ہیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں امام ابو حنیفہ نے یہ فتوی صادر فرمایا کہ لڑکے یا لڑکی کی پیدائش پر کوئی قربانی نہیں ہوگی۔ (ہدائع صنائع ج 1275)

جواب۔ امام ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب یہ فتویٰ بوجوہ غلط ہے۔

احناف کا نظریہ عقیقہ سنت ثابت ہے۔

وجہ اول یہ ہے کہ اگرچہ امام حسن بصری امام لیث بن سعد دائود ظاہر ابن حزم ابو زناد اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک عقیقہ واجب 1۔ ہے۔ لیکن فقہاء محدثین جمہور علماء امت اور آئمہ اہل بیت کے نزدیک عقیقہ سنت ہے۔ ملاحظہ ہو (فتح الباری ج 9 ص 507 محل ابن حزم ج 7 ص 528 وسبل السلام ج 4 ص 97۔ اور نیل لاوطار 5 ص 150)

ہمارے نزدیک جمہور کا مذہب ہی صحیح ہے کہ احادیث صحیحہ ثابتہ سے عقیقہ کا سنت ہونا متبادرہ احادیث ملاحظہ فرمایئے۔

عقیقہ اور احادیث

1۔ حضرت سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے۔ ہر لڑکے کے ساتھ اس کا عقیقہ لگا ہوا ہے۔ لہذا اس کی طرف سے عقیقہ کرو۔ اور اس کے بال بنائو۔ (صحیح بخاری باب اماطۃ لازیعن الصبی فی العقیقہ ج 2 ص 822 جامع ترمذی مع تحفۃ الاحوزی ج 2 ص 362 و ابو دائود مع شرح عون المعبود ج 3 ص 66 محلی ابن حزم جلد 7 ص 524 نیل الاوطار جلد 5 ص 149۔)

2۔ سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایایا ہر بچہ اپنےاپنے عقیقہ میں مرہون گروی ہوتا ہے۔اس کی ولادت کے ساتویں روز اس کا عقیقہ کیاجائے۔اوراس کانام رکھا جائے۔ (رواہ احمد والاربعہ و صحیحہ الترمذی سبل لسلام ج 4 ص 98 نیل الوطار ج 5 ص 149 وقال الترمذی ھذا حدیث حسن صحیح تحفہ الحوزی ج 2 ص 324)

3۔ لڑکا اورلڑکی کے عقیقہ کی تفصیل۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ سے روایت ہے رسو اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کوفرمایا۔کہ لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کرنی چاہیے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں۔ اس باب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ امکرز۔ بریدہ۔ سمرہ۔ ابوہریرہ۔ عبداللہ بن عمر۔ انس۔ سلمان۔ اور ابن عباس سے بھی احادیث منقول ہیں۔ اور حضرت عائشہ کی یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔ تحفہ الاھوزی شرح ترمذی ج 2 ص 362 سبل السلام شرح بلوغ المرام ج 4 ص 97 اور نیل الاوطار ج 5 ص 149

4۔ حضرت ام کرز کعبیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عقیقہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کرنی ہوگی۔ خواہ عقیقہ کے مویشی مذکر ہوں یا مونث دونوں جائز ہیں۔ رواہ احمد والترمذی و صحیح بیل الاوطار ج 5 ص 149۔ عون المعبود ج 3 ص 66 وتحفۃ الاحوذی ج 2 ص 362 و سبل اسلام ج 4 ص 98

اول اور دوم دونوں صحیح احادیث سے معلوم ہوا کہعقیقہ سنت ثابت ہے اور سوم چہارم دونوں صحیح احادیث سے مزید یہ بھی معلوم ہوا کہ لڑکے کی پیدائش پر عقیقہ دو 2۔ بکریاں۔ اور لڑکی کی ولادت پر ایک بکری ذبح کرنی سنت ہے۔ ہاں اعسار (مالی تنگی ترشی) کی وجہ سے لڑکے کے عقیقہ میں ایک بکری بھی کفایت کرسکتی ہے۔

ان احادیث صحیحہ سے وزروشن کی طرح ثابت ہوا کہ عقیقہ سنت ثابتہ ہ اور معلق ہے کہ حدیث صحیح کے مقابلہ میں کسی امام کا قوم اور فتوی نہ حجت ہے نہ قابل اعتبار کیونکہ حجت فقط کتاب سنت ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید مین ارشاد ہے ھر اگر تم کسی بات پر جھگڑپڑو تو اس جھگڑے کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ ک طرف لے جائو (سورہ نساء 59)

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آئمہ کرام نے صاف لفظوں میں اپنی تقلید کے علی لرغم حدیث پر عمل کرنے کی وصیت فرمادی ہے۔

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔

اذا صح الحدیث فھومذھبی (رد المختار ج 1 ص 68)

جب صحیح حدیث مل جائے وہ حدیث ہی میرا مذہب ہے۔

2۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد امت میں ایسا کوئی شخص نہیں جس کا قول وفتویٰ رد اور اخذ کی زد سے باہر ہو۔ (حجۃ اللہ ج 1 ص 157)

3۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ جو کچھ حدیث میں ہے بس میرا وہی مذہب ہے۔ (حجۃ اللہ ج 1 ص 157)

امام احمد بن حنبلؒ اپنی اوردوسروں کی تقلید سے منع کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ احکام ومسائل کتاب وسنت سے اخز کرو۔ (ایضاً)

5۔ شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔ اگر ہمیں صحیح حدیث مل جائے جو ہمارے امام کے مذہب کے خلاف ہو اور ہم اس حدیث کو چھوڑ کر اپنے امام کے قیاس و تخمین کی پیروی پڑڑتے رہیں۔ تو اس صورت میں تو کوئی شخص ہم سے زیادہ ظالم ہوگا اور نہ قیامت کے دن رب العالمین کے سامنے ہماری کوئی معذرت قبول ہوگی۔

6۔ امام ابن حزم فرماتے ہیں۔

لاحجة فی قول احد مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (محلی ابن حزم ج 7ص 366 وص 375)

رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مقابلہ میں کسی بھی اُمتی کا قول حجت نہیں۔ان تصریحات کا خلاصہ یہ ہے ہ صحیح حدیث کے ہوتے ہوئے بڑے سے بڑا مجتہد اورامام بھی اتھارٹی نہیں خواہ وہ امام ابو حنیفہؒ ہوں یا کوئی اور صاحب خواہ ایک ہویا سینکڑوں غرض یہ کہ چونکہ امام ابو حنیفہ کا یہ فتویٰ احادیث صحیحہ غیر منسوخہ کے سراسر خلاف ہے لہذا حجت نہیں تعجب ہے کہ پروفیسر صاحب ایک طرف تو نبی ﷺ معصوم کی احادیث صحیحہ محکمہ کا انکار کرتے ہیں۔اور دوسری طرف اپنے غلط نظریہ کی تقویت و ترویج میں غیر معصوم امتی کے ایک مشکوک فتویٰ کاسہارالینے میں عار محسوس نہیں کرتے۔

دوم۔اس فتوی کے غلط ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے۔امام ابو حنیفہؒ کوان احادیث صحیحہ کا علم نہ تھا ورنہ وہ ایک ضعیف حدیث کی بنیاد پر یہ غلط فتویٰ کبھی صادر نہ فرماتے۔

امام ابن حزمؒ اس فتویٰ کا نوٹس لیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ولم یصرف ابو حنیفہ العقیقہ فکان ماذا؟لیت شعري اذلم یعرفها ابو حنیفہ ماہذا بنکرۃ فطال مالم یعرف النن (محلی ان حزم جلد 7ص 529)

عقیقہ والی صحیح حدیث امام ابو حنیفہؒ کے علم میں نہ تھیں اوران کوان احادیث صحیحہ ثابت کا علم نہ ہونا کوئی ان ہونی بات نہیں آپ کواور بھی بہت سی سنتوں کا علم نہ تھا۔

امام شوکانیؒ اس فتویٰ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وہذاان صح عندہ حمل علی انہالم تبلغہ الواردۃفی ذلک (نیل الاوطارج 5ص 150)

اگرواقعی امام ابو حنیفہؒ نے یہ فتویٰ صادرفرمایا تھا توان کا یہ فتویٰ مذکورہ احادیث صحیحہ سے بے خبری پر محمول کرنا چاہیے۔

ابوالحسنات عبدالحیٰ حنفی لکھنوی لکھتے ہیں۔

عقیقہ کے بارے میں بکثرت احادیث منقول ہیں۔جواس کی مشروعیت پر دلالت کرتی ہیں۔بعض تواس کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں۔وجوب نہ سہی عقیقہ کا سنت اور مستحب ہونا تو بلاشبہ ثابت ہے۔ہمارے امام ابو حنیفہؒ کے عقیقہ کوجومباح کہا ہے تواس کی وجہ یہ ہے کہ انھیں یہ احادیث نہیں پہنچی ہوں گی۔اوریہ قرین قیاس بھی ہے ورنہ امام ابو حنیفہؒ عقیقہ کا انکارنہ کرتے۔واللہ تعالیٰ اعلم

وجہ سوم عقیقہ اورعلماء احناف جہاں امام مالکؒ امام شافعیؒ امام احمدؒ جیسے آئمہ مجتہدین فقہاء محدثین اورجمہورامت نے امام ابو حنیفہ کے اس فتویٰ سے اختلاف کرتے ہوئے عقیقہ کو سنت قراردیاہے۔وہاں تمام علماء نے بھی امام صاحب کے اس فتویٰ کومسترد کرکے عقیقہ کوبعض نے سنت اوراکثر احناف نے مستحب کہا ہے۔

1۔علامہ بدرالدین عینی۔

امام صاحب کی طرف سے اس فتویٰ کونسبت کوچیلنج کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔یہ جھوٹ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے عقیقہ کوبدعت کہا ہے انہوں نے تواس کے مسنون ہونے کاانکار کیا ہے۔(حاشیہ صحیح بخاری ج 2ص 821)

2۔عبدالحق محدث دہلوی۔

عقیقہ کو سنت قرار دیتے ہیں۔ سفر سعادت بحوالہ (فتاوی عبد الحیٔ ص388)

علامہ شامی حنفی کا فتوی۔

فرماتے ہیں جن کے ہاں، بچہ پیدا ہو تو اس کیلئے مستحب یہ ہے کہ ولادت کے ساتویں روز بچے کے بال بنائے جائیں۔ اور اس کا عقیقہ ذبح کیا جائے۔ جیسا کہ الجامع المحبوب میں لکھا ہے۔ (ردالمختار ج6ص 236)

4۔ علامہ عبد الحیٰ حنفی لکھنوی کا وضاحتی بیان

عقیقہ کی مخالف روایت

فرماتے ہیں کہ جس روایت کی بنیاد پر عقیقہ کو جاہلی رسم کہا گیا ہے وہ روایت سخت ضعیف ہے کیونکہ اس روایت کے دو راویوں مسیب بن شریک اور عقبہ بن یقان استاد شارد دونوں کو فن اور آئمہ جرح و تعدیل نے ضعیف کہا ہے۔ لہذا یہ روایت اس قابل ہر گز نہین کہ اس کی وجہ سے عقیقہ کو جاہلی رسم کہا جائے علاوہ ازیں اگر عقیقہ منسوخ ہو چکا ہوتا تو آپ ﷺ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا عقیقہ نہ کرتے۔ اور نہ صحابہ کرام رضوان للہ عنہم اجمعین آپ کے بعد اپنی اولاد کا عقیقہ کرتے۔ جیسا کہ نافع نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور ہشام بن عروہ کہتے ہیں کہ میرے والد عوہ بن زبیر اپنے لڑکے اور لڑکیوں کی طرف سے عقیقہ کیا کرتے تھے۔ خلاصہ کلام یہ کہ عقیقہ کی مشروعیت اور اس کے استحباب پر متعدد احادیث صحیحہ دلالت کرتی ہیں۔ لہذا یہ ضعیف روایت ہر گز قابل اعتبار نہیں۔ (التعلیق المجدص 291)

موصوف ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔ لڑکے کے عقیقہ میں دو بکرے ذبح کرنے چاہیں تاہم استطاعت اور قدرت نہ ہونے کی صورت میں ایک پر اکتفا بھی درست ہے۔ (فتاوی عبد الحیٔ ص398)

5۔ مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی۔

لکھتے ہیں بدائع الضائع والی روایت سے نفس عقیقہ کا نسخ مراد نہیں بلکہ عقیقہ کے وجوب کا نسخ مراد ہے۔ کیونکہ قربانی سن 1ھ میں شروع ہوگئی تھی۔ اور حضرت حسن اور حسین کا عقیقہ سن 3ھ اور 4ھ میں ہوا تھا۔ اسی طرح حضرت ام کرز سے بھی عقیقہ کی صحیح حدیث مروی ہے۔ اور اس بی بی نے یہ حدیث صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے سنی تھیں۔ اور صلح حدیبیہ سن 6ھ میں ہوئی تھی۔ اور رسول اللہ ﷺ کا اپنے آخری جگر گوشہ سیدنا ابراہیم بن محمد کا عقیقہ کرنا بھی ثابت ہے اور یہ واقع سن 9ھ کا ہے لہذا اگر عقیقہ منسوخ ہوگیا ہوتا جیسا کہ اس فتویٰ میں دعویٰ کیا گیا تو رسول اللہ ﷺ کا یہ تین عقیقے کرنا اور ام کرز کو عقیقہ کا مسئلہ بیان کرنا ناقابل فہم بات ہے۔ کیونکہ ناسخ کےلئے منسوخ سے متاخر ہونا ضروری شرط ہے۔ (کشف المغطا حاشیہ موطا امام مالک ص 494)

6۔ مولنا عزیز الرحمان دیوبندی کا فتویٰ

صحیح یہ ہے کہ مذہب حنفیہ میں عقیقہ مستحب ہے۔ جواب سوال نمبر 1296 (عزیز الفتاویٰ المعروف فتاوی دارلعلوم دیوبند ص 716ج1)

7۔ حکیم الامت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔

متوفی 1176ھ رسم عقیقہ کی تحقیق کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔ عرب اپنی اولاد کا عقیقہ کرتے تھے۔ اور اس کو لازم اور سنت موکدہ سمجھتے تھے۔ چونکہ اس میں بہت سی مادی مدنی اور روحانی مصلحتیں کارفرما ہیں۔ اس لئے آپ ﷺ نے اس کو قائم رکھتے ہوئے خود بھی اس پر عمل کیا اور امت کو بھی اس پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دی۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج 2 ص 144)

ان سات شہادتوں سے معلوم ہوا کہ خود علماء احناف کے ہاں امام ابو حنیفہ ؒ کا یہ فتویٰ صحیح نہیں۔ خلاصہ بحث یہ ہے کہ عقیقہ سنت ثابت ہے۔ کہ بکثرت احادیث صحیحہ ثابت اس پر شاہد عدل ہیں۔ سلف صالحین اور جمہور علماء امت قرنا بعد قرن اس سنت پر عمل کرتے چلے آئے ہیں۔ لہذا امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب ایک غلط فتوی کی آڑ میں اس کو جاہلی رسم قرار دے کر منسوخ ٹھرانا نہ صرف حق وانصاف کا خون ہے۔ بلکہ انکار حدیث کے لئے راہ ہموار کرنا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

قربانی بالاجماع مشروع عمل ہے۔

مغالطہ نمبر 2 پروفیسر رفیع اللہ شہاب لکھتے ہیں۔ اس نظریہ امام ابو حنیفہ ؒ کا عقیقہ کو منسوخ کہنے کی وجہ سے عید الاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی کے متعلق کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں۔

جواب۔ پروفیسر صاحب اور ان کے ہم مشربوں کو قربانی کی مشروعیت کے بارے میں کوئی غلط فہمی پیدا ہو گئی ہو تو اور بات ہے۔ کہ تحقیق گزیدہ حضرات نے انکار سنت کی راہ ہموار کرنے کیلئے اسلام کے ان مسائل واحکام میں بھی تشکیک پید کردینے کا فیصلہ کر لیا ہے جن میں مسلمانوں کے درمیان ابتداء سے لے کر آج تک اتفاق موجود ہے ویاان حضرات کے نزدیک دین کی اصل خدمت اور ملت اسلامیہ کی صحیح خیر خواہی بس یہ رہ گئی ہے۔ کہ متفق علیہ مسائل کو بھی کسی نہ کسی طریقہ سے اختلافی بنا دیا جائے۔ اور دین کا کوئی مسئلہ ایسا نہ چھوڑا جائے جسکے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہو کہ سب مسلمانوں کے نذدیک یہ اجماعی مسئلہ ہے ورنہ حقیقت و یہ ہے کہ خوش قسمتی سے قربانی کا مسئلہ بھی انہی متفق علیہ مسائل میں سے ہے۔ سن 1ھ کی پہلی عید الاضحیٰ سے آج تک مسلمان اس پر متفق چلے آرہے ہیں اسلامی تاریخ کی چودہ صدیوں میں آج تک اس کے مشروع مسنون اور شعار اسلام میں سے ہونے می پوری امت متفق ہے اس میں آئمہ اربعہ اور فقہا محدثین متفق ہی مجتہدین متفق نظر آتے ہیں۔ شعیہ او سنی متفق ملتے ہیں۔ حتیٰ کہ آج کے تمام اسلامی فرقے بھی اس کی مشروعیت پر اتفاق رکھتے ہیں چند تصریحات ملاحظہ فرمایئے۔

اقوال آئمہ۔ 1۔ علامہ یحییٰ محمد بن جبیر حنبلی متوفی 54ھ

تصریح فرماتے ہیں۔

واتفقوا ان الاضحیۃ مشروعۃ باصل الشرع الانصاح علی مذہب الاربعۃ (ج 1 ص 305)

2۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ رقمطراز ہیں متوفی 5852

ولا خوف فی کونہا من شرائع الدین (فتح الباری شرح صحیح بخاری ج 10 ص 2)

آئمہ اسلام کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔ کہ قربانی شرائع دین میں سے ہے۔

3۔ امام محمد بن علی شوکانی متوفی 1250ھ

ولاخوف فی کونہا من شرائع الدین (نیل الاوطار ج 5 ص 126)

آئمہ اسلام کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔ کہ قربانی شرائع دین میں سے ہے۔

4۔ شیخ اسماعیل انصاری

ولاخلاف انہا ن شعار الدین الالمام شرح عمدۃ الاحکام (ج 2 ص 170)

آئمہ اسلام کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔ کہ قربانی شرائع دین میں سے ہے۔

5۔ علامہ عبدالرحمان جزیری

تمام مسلمانوں کا قربانی کی مشروعیت پر اجماع ہے۔ (الفقہ علی الذہب الاربعۃ ج 1 ص 714)

6۔ سید محمد سابق مصری

یہ ثابت ہوچکا ہے کہ آپ ﷺ نے قربانی کی اور تمام مسلمان کرتے رہے ہیں۔ اور اس کی مشروعیت پر امت کا اجماع ہوچکا ہے۔ (فقہ سنۃ ج 3 ص 274)

ان تصریحات سے روز روشن کی طرح ثابت ہوا کہ قربانی سن موکدہ شعار دین اور شعار اسلام میں سے ہے۔ اور سن 1 ھ سے لے کر آج تک کسی اہ علم کو اس کی مشروعیت کے بارے میں نہ صرف کوئی غلط فہمی پیدا نہیں ہوئی بلکہ اس کی مشروعیت پر سب کا اتفاق ہے۔ والحمد للہ علی ذالک

مغالطہ نمبر 3

پروفیسر صاحب لکھتے ہیں۔ امام ابن حزم نے اعلام کیا کہ قربانی کے متعلق تمام احادیث ضعیف ہیں۔

امام حزم کا نظریہ

جواب۔ یہ امام ابن حزم ایسے جلیل القدر امام اور محدث پر صریح بہتان عظیم ہے۔ کہ انہوں نے قربانی کے متعلق تمام احادیث ضعیف کہہ دیا ہے۔ جیسا کہ ان کی دو کتاب محلی 1 ابن حزن کی کتاب الاضاحی پروفیسر صاحب کے اس ادعاء کی تکذیب و تردید کےلئے شاہد عدل ہے۔۔ المحلی۔ کی کتاب الاضاحی ج 7 ص 255 تا 388 اس وقت ہمارے سامنے ہے آپ نے ان چونتیس صفحات میں اپنے مخصوص علمی اسلوب اور محدثانہ انداز میں قربانی کے سترہ احکام و مسائل پر زوردار بحث فرمائی ہے۔ اس علمی بحث میں آپ نے قربانی کے بعض مسائل میں آئمہ اربعہ اور محدثین کے موقف سے اختلاف کرتے ہوئے اپنا موقف علیحدہ اختیار کیا ہے۔ اور اپنے موقف کے اثبات میں جا بجا احادیث صحیح سے استدلال فرمایا ہے۔ پوری بحث قابل قدر اور دیدنی ہے چند مثالیں یہ ہیں۔

1۔ مسئلہ۔ احناف کے ہاں کھیرے پینڈھے کی طرح کیرے بکرے کی قربنای جائز ہے اور جمہور علماء کے نزدیک پینڈھے اور بکرے کا دودا نتا ہونا ضروری ہے۔ تاہم دودا نتا نہ ملنے پر جمہور صرف کھیرے 1 پینڈھے کی قربانی کے قائل ہیں کھیرے بکرے کی قربانی کے قائل نہیں جبکہ امام ابن حزم کی نزدیک بوقت مکررہ بھی کیرا جانور قربانی کرنا جائز نہیں۔ نہ بکرا

اونہ یعنی بکری اور بھیڑ وغیرہ دو دانت جانور کی شرط عائد کرگئے ہیں ۔ چنانچہ احناف اور جمہور کے خلاف حجت قائم کرتے ہیں ۔ صحیحین کی درج ذیل احادیث صحیحہ سے استدلال کرتے ہیں ۔

2 ۔ براء بن عازب کہتے ہیں کہ میرے خالو ابو بردہ نے نماز عید سے پہلے اپنی قربانی ذبح کرڈالی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک قربانی اور ذبح کرو تو میرے خالو نے عرض کیا کہ حضرت اب تو میرے پاس ایک کھیری پٹھیا ہے ۔ جو دو بکریوں سے بڑھ کر ہے ۔ آپ ﷺ نے فرمایا ۔ چلو وہی ذبح کردو ۔ لیکن کھیرا یعنی 2 آپ کے بعد کسی اور کیلئے کفایت نہیں کرے گا ۔ (محلی ابن حزم ج 7 ص 362 صحیح مسلم ج 2 ص 54 صحیح بخاری ج 2 ص 833 صحیح مسلم ج 2 ص 155)

مسئلہ نمبر 2 ۔ امام ابو حنیفہؒ قربانی کو واجب کہتے ہیں ۔ اور رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں ۔ کہ جو شخص نماز عید سے پہلے قربانی ذبح کرے تو وہ ایک اور قربانی ذبح کرے ۔ امام ابن حزم امام ابو حنیفہ کے اس استدلال سے اختلاف کرتے ہوئے ۔ نفس حدیث کو صحیح تسلیم کرتے ہیں ۔ (محلی جلد 7 ص 357)

مسئلہ نمبر 3 ۔ امام ابو حنیفہؒ وغیرہ مسافر اور حاجی کو قربانی کی چھوٹ دیتے ہیں ۔ جبکہ امام ابن حذم مسافر اور حاجی کےلئے بھی قربانی کو سنت قرار دیتے ہیں ۔ چنانچہ وہ امام ابو حنیفہ کے مسلک پر نکیر کرتے ہوئےاپنے موقف کے ثبوت میں ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث لائے ہیں ۔ جو صحیح بخاری میں مروی ہے ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم حجۃ الوداع سے واپسی پر سرف کے مقام پر فروکش تھیں ۔ تو میرے پاس گائے کا ڈھیر سارا گوشت لایا گیا تو میں نے پوچھا یہ گوشت کیسا ہے ۔ تو انہوں نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی دی ہے ۔ (محلی ابن حزم ج 7 آص 373 و صحیح بخاری ج 2 ص 832)

لہذا ثابت ہوا کہ حاجی اور مسافر کیلئے بھی قربانی سنت ہے ۔ اسی طرح اور مسائل میں بہت سی صحیح احادیث لائے ہیں جنہیں اختصار کے پیش نظر قلمزد کیا جاتا ہے ۔ غرض یہ کہ ان پانچ احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ پروفیسر صاحب کے اس ادعا میں پشہ کے پر کے برابر بھی صداقت نہیں کہ امام ابن حزم نے قربانی کے متعلق تمام احادیث کو ضعیف کہا ہے ۔ ہاں آپ نے ان پانچ حدیثوں کو ضرور ضعیف کہا ہے ۔ جن کے قائلین وجوب نے وجوب قربانی پر استدلال کیا ہے ۔ اور آپ ان احادیث کو ضعیف کہتے ہیں ۔ متفرد بھی نہیں ہیں ۔ دوسرے تمام محدثین شارحین حدیث اور آئمہ اربعہ جرح و تعدیل نے بھی ان احادیث کو یا تو ضعیف قرار دیا ہے یا پھر وجوب کے استدلال سے اختلاف کیا ہے ۔ ملاحظہ ہو ۔ (فتح الباری ج 10 ص 2 ۔ 3 سبل السلام ج 4 ص 91 اور نیل الاوطار ج 5 ص 126)

ویسے امام شوکانی کا اپنا رحجان قربانی کے وجوب کی طرف ہے ۔ تفصیل آگےاپنے مقام پر آرہی ہے ۔

وضاحت

ان پانچ احادیث کو ضعیف کہنے کا مطلب یہ ہونا صحیح نہیں کہ امام ابن حزم سرے سے ہی قربانی کے قائل نہیں ۔ جیسا کہ پروفیسر صاحب نے قارئین کو یہ غلط تاثر دینی کی کوشش فرمائی ہے کیوں کہ امام موصوف نہ صرف قربانی کو سنت مانتے ہیں ۔ بلکہ یہ ان ک نزدیک سنت حسنہ ہے فرماتے ہیں ۔

الاضحیۃ سنۃ حسنۃ (محلی شروع کتاب الاضاحی ج 7 ص 357)

کہ قربانی سنت حسنہ یعنی سنت موکدہ ہے اور جمہور علماء کا بھی یہی مذہب ہے جیسا کہ ندوی ج 2 ص 153 عمدۃ القاری الحنفی ج 1 ص 144 اور فتح الباری ج 10 ص 2 ۔ 3 ۔ پر مرقوم ہے ۔ یعنی جمہور اور امام ابن حزم کے مذہب میں صرف لفظی فرق ہے ۔ جمہور قربانی کو سنت موکدہ کہتے ہیں ۔ جبکہ امام صاحب اسی مفہوم کو سنت حسنہ سے تعبیر کرتے ہیں ۔

ایک غلطی کا ازالہ

پروفیسر صاحب نے امام ابن حذم کے حوالہ سے حضرت اخنفابن سلیم رضی اللہ عنہ کو گمنام شخصیت لکھا ہے ۔ جو صحیح نہیں کیونکہ حضرت اخنفابن سلیم صحابی ہیں ۔ لہذا امام ابن حزم

ایسا راسخ العلم اور وسیع المطالعہ شخص انہیں کسی طرح گمنام تخصیت لکھ سکتا ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے آپ نے ان کے بیٹے جیب اخنفبن سلیم کو گمنام تخصیت لکھا ہے۔ لہذا پروفیسر صاحب اور ان کے فاضل مترجم ایم اشرف صاحب اپنا ریکارڈ درست کرلیں تاکہ انہیں پھر کبھی سبکی نہ ہو۔

مغالطہ نمبر 4

ان فقہا نے اپنے اپنے موقف کی تائید میں پیغمبر اسلام ﷺ کے صحابہ کرام کے عملی کردار سے بھی مدد لی ہے۔ ان کے نزدیک اگر پیغمبر اسلام ﷺ صحابہ کرام کا حکم فرمایا ہوتا تو وہ کبھی اس حکم کی تعمیل میں ہچکچاہٹ نہ کرتے۔

ایک اور مغالطہ

ہمارے فاضل پروفیسر صاحب نے اپنے اس مغالطہ میں دو دعوے کئے ہیں۔ 1۔ کچھ فقہا ایسے بھی ہیں۔ جو قربانی کے قائل نہیَ 2۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو قربانی کا حکم نہیں دیا تھا۔

جواب۔ ان کا یہ دعویٰ کہ بعض فقہا نے قربانی کے قائل نہیں۔ نرا مغالطہ اور سراسر خلاف واقعہ ہے کیوں کہ ہمارے علم و مطالعہ کے مطابق تمام فقہا اسلام قربنای کی مشروعیت کے قائل ہین اگر ان کو اپنے اس ادعا پر ناز ہے تو پھر ہمیں بھی بتلایں کہ وہ فقہا کون ہیں کتنے ہیں؟ سنی ہیں یا شیعہ ہیں۔ سنی ہیں تو فقہاء اہل حدیث میں سے ہیں یا فقہا اربعہ میں سے شمار ہوتے ہیں۔ اگر شیعہ ہین تو کون سے ہیں۔ ان کا علمی چوکٹا کیسا ہے۔ اور ان کا وہ کون سا فقہی سرمایہ ہ جس میں انہوں نے قربانی کی مشروعیت سے انکار یا اختلاف کیا ہے۔تاکہ ہم بھی ان کی تحقیق سے روشناس ہوسکیں مگر

ہم جانتے ہیں تم کو اور تمہاری زبان کو

وعدوں ہی میں گزاروگے موسم بہار کو

یہاں اس پر اکتفا کرتے ہیں۔ اس کا تفصیلی جاب دوسرے دعوی ٰکے جوب کے ضمن میں ملاحظہ فرمایئے۔

جواب دعویٰ ثانی

یہ کہنا کہ حضور ﷺ نے صحابی کرام کو قربانی کا حکم نہیں دیا تھا بوجوہ باطل ہے۔ اولا س لئے کہ یہ دعوی قرآن مجید کی نصوص صریحۃ کے خلاف ہے ثانی اس لئے کہ یہ ان احادیث کثیرہ محکمہ کے خلاف ہے۔ جو کتب صحاح میں صحیح اور متصل اسانیدے ساتھ بہت سے صحابہ کرام سے مروی ہیں۔ جو یہ تصریح کرتی ہیں۔ کہ آپ ﷺ نے عید الاضحیٰ کی قربانی کا صحابہ کرام کو حکم دیا خود مسلسل دس سال سفر و حضر میں اس پر عمل فرمایا۔ اور امت میں اس کو سنت اسلام کی حیثیت سے اجری فرمایا ثالث یہ دعوی ان احادیث مرفوعہ متصلہ کے بھی خلاف ہے جو عہد صحابہ میں قربانی کے عام رواج اور شیوع پر دلالت کرتی ہیں اب ان تینوں کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

قربانی اور قرآن مجید

قرآن مجید میں جس مخصوص انداز میں جہاں دوسرے مسائل زندگی کا بیان موجود ہے وہاں قربانی کی مشروعیت تاریخ اور تفصیل بھی موجود ہے۔ چنانچہ سورۃ حج میں ہے۔ اور ہم نے

ہر ایک امت کےلئے قربانی مقرر کی تاکہ وہ اللہ تعالی کے بخشے ہوئے مویشیوں پر اس کا نام ذکر کریں۔ الحج 34

مفسرین کی تصریحات

امام فخرالدین رازیؒ 6067ھ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ کہ حجرت ابراہیم علیہ السلام کے عہد سے کے کرما بعد کی تمام امتوں میں قربانی مشروع چلی آرہی ہے۔ اور منسک زبر کے ساتھ قربانی کے معنی میں ہے۔ (تفسیر کبیر ج6 ص232)

امام ابن کثیر 7744 اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالی ہمیں بتا رہا ہے کہ اس کے نام قربانیاں ذبح کرنا اور خون بہانا تمام امتوں میں اک مشروع عمل چلا آرہاہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج3 ص221)

امام شوکانیؒ 12504ھ لکھتے ہیں۔

المنسک ہہنا المصدر من نسک ینسک اذا اذبح القربان والمعنی وجعلنا لکل اہل دین من الادیان ذبحا یذبحونہ ودما یریقونہ (فتح القدیر ج3 ص52)

کہ منسک یہاں نسک ینسک کا مصدر ہے جس کا معنی ہے قربانی زبح کرنا اور آیت مقدسہ کا معنی یہ ہے کہ ہم نے تمام اہل ادیان پر قربانی ٹھرائی جو وہ ذبح کرتے تھے۔ امام شوکانی نے بالکل تصریح کردی کہ یہاں منسک کے معنی قربانی ہی ہیں۔

شاہ عبد القادر محدث دہلوی رقمطراز ہیں۔ جتنے مویشی ہیں ان کا حق یہی ہے کہ کام لےلیجئے پھر کعبے کے پاس لے جا کر نیاز چڑھا دیجئے یہ بات شزوار ہے تکویہاں بسم اللہ۔ اللہ اکبر۔ کہا اور ذبح کیا یہ نشانی ہے کہ اللہ کی نیاز کعبے کو چڑھایا دور ہو یا نزدیک موضح القرآن ص۔

شاہ صاحب نے اس مختصر تفسیر میں قربانی کی پوری حقیقت سمو کر رکھ دی ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دوہلوی م۔ قربانی کے اسرار بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

الذبح لایکون قربۃ الا بتنا الحاج (حجۃ اللہ ج1 ص99)

یہ قربانی حاجیوں سے عملی تشابہ کیلئے ہی تو ہے۔ دوسرے مقام پر مزید لکھتے

یوم الاضحی فیہ تشبہ بلحاج وتعرض لنفحات اللہ تعالی المعدۃ (حجۃ اللہ ج1 ص99)

مکہ مکرمہ سے باہر دوسرے اطراف کے مسلمانوں کو بھی پابند کیا گیا ہے کہ وہ حاجیوں سے مشابہت پیدا کر کے اللہ تعالیٰ کے اس فیضان سے مستفیض ہوں جو ان کے لئے تیار فرمایا گیا ہے۔ قربانی کا یہ طریقہ جس طرح پہلی امتوں کے لئے اسی طرح ہماری امت شریعت محمدی کے لئے بھی مقرر کیا گیا ہے۔

2۔ آیت نمبر 2۔

اے محمد ﷺ کہو کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا صرف رب العالمین کیلئے ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور اسی چیز کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔ اور سب سے پہلے میں سر اطاعت جھکانے والا ہوں (سورۃ انعام 162۔163)

امام ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔ اللہ نے ان آیات میں رسول اللہ ﷺ کو یہ حکم دے رہا ہے کہ مشرکین پ واضح کر دیں کہ تم جو غیر اللہ کی نماز پڑھتے ہو۔ اور غیر اللہ کے نام قربانی کرتے

ہو۔ اسطریق عبادت کے سخت مخالف ہوں کہ میری نماز بھی خالصۃ اللہ کے لئے ہے اور میری قربانی بھی اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔ (تفسر ابن کثیر ج 2 ص 198 وفتح القدیر ج 2 ص 185)

3۔ مفسرین کے ارشادات

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۲

پس اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر

تقریباً تمام قدیم و جدید مفسرین کے نزدیک۔ النحر۔۔ سے مراد دس زوالحجہ کی قربانی ہے چنانچہ مفسر فخر الدین رازی شافعیؒ متوفی 606ھ امام ابن کثیر 7744ھ مفسر شوکانی 1250ھ مفسر محمود الوسی حنفی 1270ھ مفسر قرطبی مالکی 671ھ نواب سید صدیق حسن ار شیخ احمد مراغی 1945ء وغیرہ نے اس کو ترجیح دی ہے۔ ہمیں اعتراف ہے کہ مفسرین نے اس کے علاوہ اور معنی بھی کئے ہیں۔ لیکن وہ صحیح نہیں ہے۔ ان دلائل قاطعہ اور نصوص ساطعہ سے نہ صرف ی ثابت ہوا کہ قربانی بلاشبہ مشروع اور شعار اسلام میں سے ہے بلکہ مسئلہ قربانی کے منکرین کے اس مغالطہ کی بھی قلعی کھل گئی۔ کہ قرآن میں جس قربانی کا تذکرہ ہے وہ تو صرف مکہ میں منیٰ کے میدان میں حاجی کے ساتھ خاص ہے۔ اب یہاں پر تو کوئی حج وغیرہکا زکر نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کو خطاب کر کے ساری امت کو قربانی ذبح کرنے کا حکم دیا گیا ہے لیذا عید الاضحیٰ کی قربانی کا انکار اصل میں قرآن نافہمی کی بات ہے۔ اعازنا اللہ منہ

قربانی کے متعلق حضور ﷺ کے ارشادات و تعامل

قرآن مجید کے تین آیات مقدسہ سے قربانی کا ثبوت بہم پہنچانے کے بعد اب ہم یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ قربانی کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے امت کے لئے کیا کچھ ارشادات فرمائے ہیں۔ یوں تو مسئلہ قربانی اور اس کے مفصل احکام تفسیر و حدیث کی کتابوں میں درج زیل انیس صحابہ کرام سے مروی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت بردہ۔ حضرت زید بن ارقم۔ حضرت عائشہ۔ حضرت ام سلمہ۔ حضرت ابن عباس۔ حضرت جابر بن عبد اللہ۔ حضرت جبیر۔ حضرت علی۔ حضرت ابو درداء۔ حضرت احنف۔ بن سلیم۔ حضرت بریدہ۔ حضرت ابو رافع۔ حضرت انس۔ حضرت عبد اللہ بن عمر۔ حضرت ثوبان۔ حضرت ابو سعید خدری۔ حضرت جندب۔ حضرت عویمر بن اشقر وغیرہ رضوان اللہ اجمعین تاہم اختصار کے پیش نظر آپ ﷺ کے صرف دس فرامین مقدسہ حوالہ قرطاس کیے جاتے ہیں۔ پڑھیے اور پروفیسر صاحب کو ان کی ہمہ دانی کی داد دیجئے۔

1 عن زید بن ارقم قال قال اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ ما ہذہ الاضاحی قال سنۃ ابیکم ابراہیم علیہ السلام (رواہ احمد و ابن ماجہ تفسیر ابن کثیر ج 3 ص 221 و مشکوٰۃ ص 129 و نیل الاوطار ج 5 ص 123)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت فرمایا یہ قربانیاں کیا ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی یادگار ہیں۔

2۔ عن عائشہ رضی اللہ عنہا ان رسول صلی اللہ علیہ وسلم قال ما عمل ادمی من عمل یوم النحر احب الی اللہ من اہراق الدم الخ ہذا حدیث حسن غریب (تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی ج 2 ص 352 و ابن ماجہ ص 233)

کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قربانی کے دن کسی شخص کا کوئی عمل اللہ کو اس سے زیادہ محبوب نہیں کہ خون بہائے۔

3۔ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول صلی اللہ علیہ وسلم من وجد سعۃ یضح فلا یقرب مصلانا (ابن ماجہ۔ ص 232 ورواہ احمد۔ نیل الوطار ج 5 ص 123)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو صاحب حیثیت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہمای عید گاہ میں نہ آئے۔

4۔ حضرت برا ابن عازب کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے عید قربان کے دن خطبہ ارشاد فرمایا۔

ان اول ما نبدا بہ فی یومنا ہذا ان نصلی ثم نرجع فنخر من تعلہ فقد اصاب سنتنا الخ (صحیح بخاری ج 2 ص 834 و صحیح مسلم ج 2 ص 154 و محلی ابن حزم ج 7 ص 373)

آج کے دن ہم پہلے ۔نماز عید ڑھتے ہیں پھر پلٹ کر قربانی کرتے ہیں۔ لہذا جس نے اس طریقہ کے موافق عمل کیا اس نے ہماری سنت پالی۔

5۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا!

من ذبح قبل الصلواۃ فلیعد

کہ جس نے نماز عید سے پہلے قربانی زبح کر ڈالی ہو وہ دوبارہ قربانی کرے۔

6۔ حضرت جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

فلیعد مکمانہا اخري

کہ جس نے نماز سے قبل قربانی کرلی ہو وہ اس کے بدلے دوسری قربانی کرے۔ (بخاری ص 834 جلد 2)

7۔ حضرت سلمان بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک سال قحط کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے تین دن سے شیاسہ قربانی کا گوشت کانے سے منع فرمادیا تھا۔اگلے سال جب ہم نے ہوچھا تو فرمایا۔ کلوا و لطعموا وادخروا کھاؤ اور کھلاؤ اور زخیرہ 1 کرلو۔ صحیح بخاری جلد 2 ص 835) اور موطا امام مالک میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔ (موطا ص 496)

<u>1۔ زخیرہ کرلو۔ بعض دوستوں کا کہنا ہے کہ چونکہ ابتداء میں صحابہ کی حالت نازک تھی کئی کئی دن فاقے پڑتے تھے اس لئے حضور ﷺ نے اس کو رواج دیا تھا۔ لیکن یہ بات محل نظر ہے زخیرہ کرنے کی اجازت سے پتہ چلتا ہے کہ اب فاقوں والی بات نہیں رہی اس سے پہلی والی امتوں میں بھی قربانی رائج تھی۔ کیا وہ سب بھوکوں کررہے تھے۔ (زبیدی)</u>

8 ان اوہمر بن اشقر ذبح اضحیۃ قبل ان یغدو یوم الاضحی وانہ ذکر ذالک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فامرہ ان یعود باضحیۃ اخري (موطا امام مالکؒ ص 495)

جناب عویمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عید قربان کے ھ دن نماز عید کو جانے سے قبل قربانی کرلی اور پھر اس بات کا زکر آپ ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے دوباہ قربانی کرنے کا حکم دیا۔

9۔ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا!

الاضحی یوم تضحون (تحفۃ الاحوزی ج 2 ص 37)

10۔ عن عائشہ قال رایت علیا رضی اللہ عنہ یضحی بکبشین فقلت لہ ماہذا فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوصانی ان اضحی عنہ فانا اضحی عنہ (ابو داؤد مع شرح عون المعبود ج 3 ص 50 و تحفۃ الاحوزی ج 2 ص 354)

حنش کہتے ہیں میں نے حضرت علی کو دو مینڈھے قربانی کرتے دیکھا۔ میں نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو وصیت فرمائی کہ میں آپ ﷺ کی طرف سے قربانی دیتا رہوں۔ چنانچہ میں آپ ﷺ کی طرف سے قربانی دیا کرتا ہوں۔

تلک عشرہ کاملہ وبل فیھا کفایۃ لمن لہ ادنی درایۃ

قربانی کے متعلق حضور ﷺ کا اپنا دس سالہ عمل مبارک۔

1 عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکفاء الی کبشین اقرنین املحین نذبحھما بیدہٖ (صحیح بخاری ج 2 ص 833)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ (عید نماز کے بعد) چتکبرے بڑے سینگوں والے دو 2 مینڈھوں کی طرف سے لپکے اور ان کو اپنے ہاتھ سے قربان کیا۔

2۔ عن ابن عمر قال اقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ عشر سنین یضحی (تحفۃ الاحوزی ج 3 ص 359)

رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں دس سال مقیم رہے۔ اور ہر سال قربانی کرتے رہے۔

3۔ عن نافع ان ابن عمر اخبرہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذبح وینحر بالمصلی (صحیح بخاری ج 2 ص 833 عون المعبود ج 3 ص 56-58 وابن ماجہ ص 335)

نافع کہتے ہیں۔ کہ عبد اللہ بن عمر نے مجھے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ عید گاہ ہی میں ذبح اور نحر فرمایا کرتے تھے۔

عن ابی رافع ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا ضحی اشتری کبشین سمینین اقرنین املحین ثم یقول ہذا عن محمد وال محمد فیعطیھما جمیعا للمساکین ویاکل ھو واھلہ منھا (رواہ احمد وابن ماجہ تفسیر ابن کثیر ج 3 ص 222)

4۔ حضرت ابو رافع سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب قربانی دیا کرتے تھے تو دو موٹے تازے سینگوں والے چتکبرے دنبے خریدا کرتے تھے۔ جب نماز اور خطبہ سے فارغ ہو چکتے تو ایک دنبہ آپ ﷺ کے پاس لایا جاتا جسے چھری سے خود ذبح کرتے۔ پھر دوسرا پیش کیا جاتا اُسے بھی آپ ﷺ ہی ذبح فرماتے۔ اور فرماتے یہ محمد ﷺ اور آل محمد ﷺ کی طرف سے ہے تو اس س خود بھی کھاتے گھر والوں کو بھی کھلاتے اور مسکینوں کو بھی کھلاتے۔

5۔ عن عقبہ بن عامر الجہنی قال قسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ ضحایا (صحیح بخاری ج 2 ص 832)

عقبہ بن عمار جہنی سے مروی ہے نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کے درمیان قربانی کے جانور تقسیم فرمائے۔

6۔ عن عائشہ رضی اللہ عنہا ضحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن ازواجہ بالبقر (صحیح بخاری ج 2 ص 823 و محلی ابن حزم ج 7 ص 373)

آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کی طرف سے سفر میں گائے کی قربانی کی۔

عن جابر بن عبد اللہ قال ضحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم عید بکبشین (ابن ماجہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے عید کے دن دو مینڈھے قربانی کیے۔

8 عن ابی بکرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب ثم نزل فدعا بلبشین فذبحہما ہذا حدیث صحیح (تحفۃ الاحوزی ج 2 ص 364)

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ۔ رسول اللہ ﷺ نے عید کا خطبہ پڑھا پھر منبر سے اترے اور دو مینڈھے منگوائے اوان کی قربانی کی ۔

9 عن بریدہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لایغدو یوم الفطر حتی یطعم ولا یطعم یوم الاضحی حتی یصلی فیا کل من اضحینہ (رواہ احمد و ترمذی و صحیح ابن حبان و سبل السلام ج 2 ص 65)

حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عید الفطر کے دن آپ ﷺ کچھ کھائے بغیر نماز عید کے لئے نہیں جاتے تھے ۔ اور عید الاضحیٰ کے دن آپ ﷺ عید گاہ سے واپسی تک کچھ نہ کھاتے تھے ۔ اور واپس آکر اپنی قربانی کا گوشت تناول فرماتے تھے ۔

10 عن ثوبان رضی اللہ عنہ قال ذبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضحیۃ ثم قال یا ثوبان اصلح لحم ہذہ فلم ازل اطعمہ منہا حتی قدم لامدینۃ (صحیح مسلم ج 2 ص 159)

حضرت ثوبان فرماتے ہیں ۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سفر میں اپنی قربانی ذبح فرمائی ۔ پھر مجھے فرمایا کہ اس قربانی کا گوشت سنبھال رکھو ۔ میں برابر اس کا گوشت آپ ﷺ کو کھلاتا رہا ۔ تا آنکہ آپ ﷺ مدینہ منورہ پہنچ گئے ۔

عہد نبوی ﷺ میں قربانی کا عام رواج

1 ۔ حضرت عقبہ بن عامر جہنی کی حدیث گزر چکی ہے کہ عید الاضحیٰ کے موقعہ پر قربانی کے لئے صحابہ میں جانور تقسیم فرمائے ۔ (صحیح بخاری ج 2 ص 832)

اور ترمذی کی حدیث میں اتنا زیادہ ہے کہ قربانی کیلئے بکریاں تقسیم فرمائیں ۔ (تحفۃ الاحوزی ج 2 ص 356)

2 ۔ عن البراء قال خطبنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم نحر فقال لا یذ بحن احدکم حتی یصلی (ترمذی مع تحفۃ الاحوزی ج 2 ص 359)

حضرت براء بن عازب سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عید الاضحیٰ کے دن ہمیں خطبہ دیا تو فرمایا کہ نماز عید ادا کرنے سے پہلے کوئی شخص قربانی نہ دے ۔ (نیل الاوطار ج 5 ص 115 و تحفۃ الاخراری ج 2 ص 356)

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں ۔ کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمر کاب تھے ۔ تو سفر ہی میں عید قربان آگئی ۔ تو ہم نے گائے میں سات سات اور اونٹ میں دس دس آدمیوں نے مل کر قربانی دی ۔ (رواہ ترمذی ۔ وصحہ و ابن ماجۃ تفسیر ابن کثیر ج 3 ص 224 و تحفۃ الاحوزی ج 2 ص 357)

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔ کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں ایک شخص اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے ایک بکری قربانی کرتا تھا ۔ تو اسی سے کھاتے اور کھلاتے تھے ۔

قربانی کا صحابہ کرام سے ثبوت

حضرت محمد بن سیرین فرماتے ہیں ۔ میں نے عبد اللہ بن عمر سے پوچھا کہ قربانی واجب ہے ؟ تو انھوں نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قربانی کی اور آپ ﷺ کے بعد والے مسلمانوں نے قربانی کی اور قربانی کی یادگار جاری ہے ۔ (صحیح بخاری ج 2 ص 833 و ابن کثیر ج 3 ص 219)

کہ یحییٰ بن سعید کہتے ہیں۔ میں نے حضرت ابوامامہ سے سنا آپ ﷺ نے کہا ہم (یعنی صحابہ) مدینہ میں قربانیاں موٹی کرتے تھے۔ اور سب مسلمان بھی یہی کرتے تھے۔

3۔ عامر شعبی ف 104ھ جیسے کبیر تابعی جنہیں پانچ سو صحابہ سے ملاقات کا شرف حاصل ہے فرماتے ہیں۔ (محلی ابن حزم ج 7 ص 382)

میں نے بہت سے صحابہ کو پایا ہے وہ گائے اور اونٹ میں سات سات آدمی مل کر قربانی دیتے تھے۔

4۔ ابراہیم نخعی تابعی ف 96ھ فرماتے ہیں۔ (محلی ج 7 ص 382)

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضوان اللہ اجمعین گائے اور اونٹ کی قربانی میں سات سات اجنبی حصہ داروں کی شراکت کے قائل تھے۔ (صحیح بخاری ج 2 ص 834)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی للہ عنہ اپنی بیٹیوں کو حکم دیتے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے قربانی ذبح کریں۔

6۔ حضرت عمر حضرت عثمان۔ اور حضرت علی رضوان اللہ اجمعین عید الاضحیٰ کے خطبہ میں عید اور قربانی کے مسائل بیان فرمایا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری ج 2 ص 835 و مسلم ج 2 ص 157) (موطا امام مالک ص 495)

حضرت نافع بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں قربانی کی نافع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ چنانچہ مجھے حکم دیا کہ میں حضرت کے لئے موٹا تازہ سینگ دار مینڈھا خریدوں پھر اسے عید الاضحیٰ کے روز عید گاہ میں ذبح کروں۔ میں نے ایسا ہی کیا پھر وہ ذبح کیا ہوا مینڈھا آپ ﷺ کے پاس پہنچا دیا گیا۔ اور آپ ﷺ اس دن صاحب فراش تھے۔ حتیٰ مسلمانوں کے ساتھ نماز عید پر بھی شرکت نہ کرسکے تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی نظر میں قربانی کی کس قدر اہمیت تھی۔ کہ بیماری کی وجہ سے نماز عید میں شامل نہ ہوسکے۔ لیکن قربانی فوت نہیں ہونے دی۔

حاصل حدیث

مذکورہ بالا احادیث صحیحہ اور بکثرت دوسری احادیث جو طوالت کے خوف سے چھوڑ دی ہیں۔ سب کی سب اپنے مضمون میں متفق ہیں۔ اور ان سے درج ذیل دس نکات حاصل ہوتے ہیں۔

1۔ رسول اللہ ﷺ نے اُمت کو عید الاضحیٰ کی قربانی کا حکم دیا۔

2۔ خود وفات تک برابر دس سال اس پر عمل فرمادیا اور اپنی وفات سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی کہ میری طرف سے قربانی کرتے رہنا۔ اللہ اکبر رسول اللہ ﷺ کو اپنے جد امجد سیدنا ابراہیمؑ کی سنت سے کس قدر پیار تھا۔

3۔ مسلمانوں میں اس کو سنت الاسلام اور شعار دین کی حیثیت سے رواج دیا۔

4۔ عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد قربانی ذبح کرنا سنت المسلمین ہے۔

5۔ رسول اللہ ﷺ غریب صحابہ میں قربانی کے جانور تقسیم فرماتے تھے۔ تاکہ وہ بھی اس سنت پر عمل درآمد کی سعادتوں سے ہمکنار ہوسکیں۔

6۔ عید قربان کے دن عید گاہ سے واپسی تک کچھ نہیں کھانا چاہیئے۔ اور واپس آکر اپنی قربانی کے گوشت کے ساتھ کھانا تناول کرنا سنت ہے۔

7۔ سفر کے دوران بھی صحابہ کرام اور رسول اللہ ﷺ قربانی ترک کرنا گوارا نہ فرماتے تھے۔

8۔ اونٹ کی قربانی میں سات سات حصہ داروں کی شراکت جائز ہے۔

9۔ صحابہ کرام کے زمانہ میں عام قربانی کا رواج تھا۔ اور ان میں قربانی کا شوق اتنا فراواں تھا۔ کہ وہ اپنی قربانیوں کو خوب موٹا تازہ کرتے تھے۔ گویا قربانی افزائش نسل کا سبب بن گئی۔ آج بھی اس طرز عمل سے مویشیوں کی نسل میں برکت آسکتی ہے۔ مگر ہمارا المیہ یہ ہے کہ صرف شعار اسلام پر اعتراض کرنا جانتے ہیں۔ عمل کرنا نہیں جانتے۔

10۔ صحابہ کرام بیماری کے باوصف قربانی فوت نہیں ہونے دیتے تھے۔ لہذا ثابت ہوا کہ قربانی کے منکرین کے اس دعویٰ میں قطعاً کوئی صداقت نہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو قربانی کا حکم نہیں دیا تھا۔

ملحوظہ

یہ بھی ملحوظ رہے۔ کہ کوئی ایک سے ایک ضعیف روایت بھی کہیں موجود نہیں ہے۔ جو یہ بتاتی ہو کہ عید قربان کی یہ قربانی سنت رسول ﷺ نہیں ہے۔ علاوہ ازیں یہ بات پھر جان لینی چاہیے۔ کہ حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں نہ کوئی عید الاضحیٰ منائی جاتی ہے۔ اور نہ کوئی نماز قربانی سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ اس لئے ان تمام احادیث میں لازماً بس اسی عید اور قربانی کا بیان ہے جو مکہ مکرمہ سے باہر ساری دنیا میں ہوتی ہے۔

ایں راہ منزل قدس است بیندیش دبیا

میل ازیں راہ خطا باشد ہیں تا نکنی

منکرین قربانی سے ایک سوال۔

سطور بالا میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے قول و عمل میں سے ان چند باتوں کو زیب قرطاس بنایا گیا ہے جن سے بسہولت تام یہ معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ عہد رسالت ﷺ اور صحابہ کرام میں قربانی کا تصور کیا تھا۔ اور اس پر عمل پیرا ہونے کا طریقہ کیا تھا۔ یہ احادیث اصول روایت اور اصول درایت دونوں لحاظ سے اس قدر تسلی بخش ہیں۔ کہ ان پر کوئی نقد و جرح ممکن نہیں۔ اب پروفیسر رفیع اللہ شہاب اور ان جیسے دوسرے تحقیق گزیدہ دانشور جو آج مسئلہ قربانی کو اپنی نئی نئی تجویزوں کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ اور مسلمانوں کو قربانی سے متنفر کرنے کیلئے ایک نیا اختراعی تصور پیش کرنے میں جتے ہوئے ہیں۔ وہ یا تو ثابت کریں کہ یہ تمام احادیث جن سے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا طرز عمل واضح ہوتا ہے۔ سرے سے وضعی اور خانہ ساز ہیں۔ اور ان احادیث کو (معاذ اللہ) فلاں مولوی نے فلاں دور میں وضع کیا تھا۔ یا کسی قدیم نوشتہ سے ان کو نقل کیا تھا۔ اور پھر انہیں بڑی چابک دستی کے ساتھ امام مالک۔ امام شافعی۔ امام احمد بن حنبل۔ امام بخاری۔ امام مسلم اور دیگر محدثین کے کانوں میں پھونک دیا تھا۔ اور ان نیک دل آئمہ کرام نے بالاتفاق اور بے چون وچرا بغیر کسی تحقیق و تمحیص کے ان موضوع روایات کو اپنی کتابوں کی زینت بنا دیا۔ بس یہ اصلیت ہے۔ موطا امام مالک کتاب الام شافعیؒ۔ مسند احمد۔ صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ اور سنن اربعہ کی ان روایات کی مگر یہ بات ان تحقیق گزیدہ افراد سے ثابت نہ ہو سکے۔ اور وہ ہر گز ثابت نہیں کر سکیں گے۔ پھر ہمیں یہ بتانا چاہیے کہ مسئلہ قربانی کے بارے میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے روشن طرز عمل کے ہوتے ہوئے ان کو یہ حق کسی نے دیا ہے کہ وہ قربانی کے متعلق اپنا بنا سپتی متبادل طرز عمل ملت اسلامیہ کے سامنے پیش کرتے پھریں۔

مسلم از سر بنی بیگانہ شد

باز ایں بیت الحرم بت خانہ شد

قربانی اور فقہاء مذاہب کا اتفاق

مسئلہ قربانی کے متعلق فقہائے کرام کی رائے اوران کے مذاہب مکمل شرح و بسط کے ساتھ ان کی کتابوں میں موجود ہیں۔ اور قربانی کی مشروعیت یعنی اس کے شرعی حکم ہونے پر تمام فقہا اسلام متفق ہیں۔ مولفین صحاح ستہ نے اپنی اپنی صحیح میں قربانی کے لئے مستقل باب باندھے ہیں۔ اوراسی طرح حنفی۔ مالکی۔ شافعی۔ حنبلی۔ اور ظاہری مسلک کی کلیدی کتب میں بھی یہ اندازہ پایا جاتا ہے۔ یہ کتاب کتاب الاضاحی یا کتاب الضحایا (قربانیوں کا باب) کے نام سے موسوم کیے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں فقہا مذاہب ان کی متداول کتابوں میں ۔کتاب الضحایا۔ کو کتاب الزبائح (ذبیحوں کا بیان) کے بعد متصل لکھا گیا ہے۔ حالانکہ باب الهدی (حاجی کی قربانی کا باب) کو تمام فقہا کتاب الحج میں لائے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ فقہا مذاہب حاجی کے علاوہ تمام مسلمانوں کے لئے عام قربانی کے بھی قائل ہیں۔ اور کتاب الضحایا میں وہ اسی قربانی کے احکام درج کرتے ہیں۔ اور قربانی کی اس قسم کو حج یا مکہ کے ساتھ مخصوص نہیں جانتے اگر ایسا ہوتا تو یہ باب بھی کتاب الحج کے ضمن میں مذکور ہوتا۔ اس ضروری وضاحت کے بعد آئمہ مذاہب کی اراء اسلامیہ ملاحظہ فرمایئے۔

1 امام ابو حنیفہ ؒ اور قربانی

صاحب ہدایہ لکھتے ہیں۔

اما الوجوب فقول ابی حنیفۃ و محمد و زفر والحسن واحدي الوواتين عن ابی یوسف (ہدایہ ج4 ص443)

امام ابو حنیفہ۔ امام محمد۔ زفر۔ امام حسن۔ اور ایک روایت کے مطابق امام یوسف قربانی کو واجب کہتے ہیں۔ مزید تفصیل کے لئے

(بسوط سرخسی ج12 ص7۔ بدائع الضائع للکاسانی حنفی ج5 ص61۔62 وفتح القدیر ج8 ص425 وردالمختار ج6 ص311 تا 313 عمدۃ القاری ج21 ص144)

2۔ امام مالک ؒ متوفی 179 فرماتے ہیں۔

قربانی سنت ہے۔ واجب نہیں ہے۔ اور جو شخص قربانی خرید سکتا ہو۔ اس کے لئے قربانی کا ترک کرنا اچھا نہیں۔ ہدایۃ المجتہد لا بن رشد مالکی میں ہے۔ وردی عن مالک مثل قول ابی حنیفہ ج1 ص314) اور امام مالک سے امام ابو حنیفہ کے موافق قول نقل کیا گیا ہے۔

3۔ مجدد شریعت امام شافعی ؒ ف 204ھ فرماتے ہیں۔

الضحایا سنۃ لا نحب ترکھا (کتاب الام ج2 ص189)

قربانیاں سنت ہیں۔ ہم قربانی کے ترک کو پسند نہیں کرتے۔ مزید تفصیل نووی شرح صحیح مسلم ج2 ص153 و نیل الاوطار ج5 ص126 میں ملاحظہ فرمائیں۔

4 امام احمد بن حنبل ؒ ف 241 کا مذہب

قال اشافعي واحد ہی مستحبۃ الاان احمد قال ال یستحب ترکہا مع القدرۃ علیہا النصاح علی الذہب الاربعۃ لابن ہبیدۃ حنبلی (ف560ھ ج1ص305)

کہ امام شافعی اورامام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک قربانی مستحب استقاہے تاہم امام احمد نے کہاہے کہ استطاعت کے ہوتے ہوئے اس کا ترک مستحب امر نہیں۔ شیخ الاسلام موفق الدین ابن قدامہ حنبلی ف620ھ نے قربانی کو سنت موکدہ لکھا ہے۔

(عمدۃ الاحکام مع شرح المقنع ج1ص481)

5۔ امام ابن حزم ظاہریؒ ف456ھ فرماتے ہیں۔

الاضحیۃ سنۃ حسنۃ ولیست فرضا ومن ترکہا غیر راعب عنہا فلا حرج علیہ فی ذالک (محلی ابن حزم ج7ص357)

کہ قربانی سنت حسنہ فرض نہیں۔ اگر کوئی شخص کسی وقت اس نیت سے چھوڑدے کہ یہ فرض نہیں تو اس پر کوئی حرج نہ ہوگا۔

علامہ عبدالرحمٰن جزیری لکھتے ہیں۔

(ج1ص716)

کہ قربانی سنت موکدہ ہے۔ قربانی کرنے والے کو ثواب ہوگا۔ اور قربانی سنت موکدہ عینی ہے۔ تارک کے لئے عذاب کے وہ بھی قائل نہیں۔

6 شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ شافعی ف852 کا تفصیلی نوٹ

فرماتے ہیں۔ آئمہ اسلام کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ قربانی شرائع اسلام میں سے ہے۔ اختلاف صرف اتنا ہے کہ شوافع اور جمہور کے نزدیک قربانی سنت موکدہ علی الکفایۃ ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق شوافع کے نزدیک فرض کفایہ ہے۔ اور اما ابو حنیفہ کے نزدیک واجب ہے مگر صرف آسودہ حال پر (مسافر اور حاجی پر نہیں) امام مالک سے بھی یہی قول منقول ہے۔ ایک روایت کے مطابق لیکن امام مالک کے نزدیک مسافر پر بھی قربانی واجب ہے۔ اور امام اوزاعی امام ربیعہ امام لیث سے بھی امام مالک کے قول کے مطابق فتویٰ منقول ہے۔ البتہ احناف میں سے امام ابو یوسف اور مالکیہ میں میں سے امام اشہب نے اپنے آئمہ سے اختلاف کرتے ہوئے۔ جمہور سے اتفاق کیا ہے۔ امام احمد نے فرمایا جس شخص میں قربانی دینے کی استطاعت ہو اُس کا قربانی نہ دینا مکروہ ہے۔ اور امام محمد حسن شیبانی سے روایت یوں ہے۔ کہ قربانی سنت ہے۔ لیکن اس سنت کے ترک کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری ج1ص2)

7 شیخ احمد بن یحییٰ زیدی شیعہ ف840ھ لکھتے ہیں۔

کہ قربانی بالاجماع امت مشروع ہے مزید لکھتے ہیں۔

قلنا اخبارنا دلیل کونہ للندل البحر الزخار ج5ص311

ہماری پیش کردہ احادیث کے مطابق قربانی ایک مستحب امر ہے۔

8 شیخ صدوق محمد بن علی بن بابویہ القمی شیعہ ف 381 لکھتے ہیں۔

عن ابی جعفر قال الاضحیۃ واجبۃ علی من وجد من صغیر او کبیر وہی سنۃ من لایحضرہ الفقیہ (ج 2 ص 292 باب الاضاحی)

حضرت ابو جعفر باقر فرماتے ہیں۔ کہ قربانی سنت ہے اوچھوٹے بڑے صاحب استطاعت پر قربانی کرنا ضروری امر ہے۔ ان فقہی حوالی جات سے معلوم ہوا کہ قربانی کے مشروع اومسنون ہونے پر تمام سنی اورشیعہ فقہا اور اسلام کا اجماع و اتفاق ثابت ہے۔ اور کسی ایک فقیہ کا قول بھی اس کے خلاف نہیں ملتا۔ لہذا ثابت ہوا کہ پروفیسر صاحب کا دعویٰ نرا مغالطہ سراسر دوھوکا اور مسلمانوں کو قربانی سے متنفر کرنے کی ایک عامیانہ جسارت ہے۔ اگر اب بھی ان کو اپنے ادعا پر ناز ہو تو پھر ہمیں بھی ان فقہا کا پتہ دیں جو قربانی کے مشروع اوور مسنون ہونے کے قائل نہیں۔ کون ہیں۔ ہکتنے ہیں سنی ہیں یا شیعہ ہیں۔ تو وہ فقہا اہل حدیث میں سے ہیں یا فقہا مذاہب اربعہ میں سے اور اگر شعی ہیں و کون سے ہیں۔ ان کا علمی اور عملی چوکھٹا کیسا ہے۔ ان کا وہ کون سا فقہی سرمایہ ہے۔ جس میں انھوں نے قربانی کی مشروعیت سے انکار یا اختلاف کیا ہے۔ تاکہ ہم ان کے موقف کا جائزہ لے سکیں۔

هَاتُوابُرْهَانَكُمْاِنْكُنْتُمْصَادِقِيْنَ

لاؤ تو سہی زرا میں بھی دیکھ لوں

کس کس کی مہر ہے سر محض لگی ہوئی

یہ بھی یاد رکھیے!

کہ مذکورہ بالا فقہاء اسلام کا یہ اجماع و اتفاق قربانی کے مشروع و مسنون امر ہونے پر بذات خود ایک مستقل اور ناقابل انکار شہادت ہے۔ کیونکہ ان فقہا کرام کا زمانہ عہد نبوت اور صحابہ کرام سے اتنا قریب تھا۔ کہ وہ بڑی آسانی سے شرعی احکام و مسائل پر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کا طرز عمل معلوم کر سکتے تھے۔ کہ تحقیق و تفحص کے تمام زرائع موجود تھے۔

مثلاً امام مالکؒ نے اسی مسئلہ قربانی کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث صرف دو راویوں کے واسطہ سے نقل فرمائی ہے۔ یعنی ابن مالک نے ابن زبیر مکی سے انھوں نے جابر بن عبد اللہ سے اور انوں نے رسول اللہ ﷺ سے وہ حدیث سنی۔ موطا امام مالک ص 496 اسی طرح امام مالک نے قربانی کے متعلق حضرت عبد اللہ بن عمر اور دیگر صحابہ کرام رضوان للہ اجمعین کے اقوال و آثار صرف ایک واسطہ سے روایت کئے ہیں۔ یعنی امام مالک نے قربانی کے متعلق حضرت عبد اللہ بن عمر کا طرز عمل اور ان کے آثار صرف ایک تابعی حضرت نافع کے واسطہ سے روایت کیے ہیں۔ (موطا ص 495و497)

امام ابو حنیفہ تو امام مالک سے تیرہ برس بڑے ہیں۔ آپ کا مولاو مسکن کوفہ رہا۔ کیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دار الخلافہ تھا۔ امام ابو حنیفہ کی ولادت اور حضرت علی کی شہادت کے درمیان صرف چالیس برس کا فاصلہ ہے۔ امام موصوف کے زمانہ میں ایسے لوگ ہزار در ہزار موجود تھے۔ جنھوں نے خلفاء راشدین کا عہد اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اور صحابہ کرام کی صحبت پائی تھی۔ ایسے میں ان فقہا کے بارے میں کوئی یہ تصور کر سکتا ہے۔ کہ ان کو یہ معلوم کرنے میں کوئی مشکل آڑے آسکتی تھی۔ کہ قربانی کا یہ طرز عمل کب سے اور کیسے رائج ہوا اور کس نے اسے رواج دیا؟ یہی حالت پہلی اور دوسری صدی ہجری کے تمام فقہا کی ہے۔ ان سب کا زمانہ عہد نبوت اور عہد صحابہ سے اتنا قریب تھا۔ کے ان کیلئے سنت اور بدعت کے درمیان تفریق کرنا کوئی اتنا بڑا مشکل امر نہ تھا۔ اور وہ آسانی کے ساتھ اس کا شکار نہ ہوسکتے تھے۔ کہ جو عمل سنت نہ ہو اسے سنت یاد کر بیٹھیں۔

امت کا تواتر عمل۔

قربانی کے مشروع و مسنون عمل ہونے پر اس شہادت کے علاوہ ایک اور اہم ترین شہادت امت کے متواتر عمل کی ہے۔ رسول اللہﷺ نے عید الاضحیٰ اور اس کی قربانی جس روز سے شروع فرمائی۔ اسی روز سے وہ امت مسلمہ عملاً رواج پاگئی اور اسف تاریخ سے ف آج تک دنیا کے تمام اطراف و اکناف میں تمام مسلمان ہر سال مسلسل اس پر عمل کرتے چے آرہے ہیں اس کے چودہ سو سال تسلسل میں کبھی ایک سال کا انقطاع بھی واقع نہیں ہوا ہے ہر نسل نے پہلی نسل سے اس کو سنت المسلمین کے طور پر لیا ہے۔ اور اپنے سے بعد والی نسل کی طرف اسے منتقل کیا ہے۔ یہ ایک ایس عالمگیری سنت ہے جو ایک ہی انداز میں دنیا کے ہر اس شہر اور قریہ میں ادا ہوتی چلی آرہی ہے۔ جہاں کوئی مسلمان آباد رہا ہے۔ اور یہ ایک ایسا متواتر عمل ہے جس کی زنجیر ہمارے عہد سے رسول اللہﷺ کے عہد تک اس طرح مسلسل قائم ہے۔ کہ اس کی ایک کڑی بھی کہیں سے غائب نہیں ہوئی۔ دراصل یہ ویسا ہی تواتر ہے۔ جس تواتر کے برتتے ہم نے قرآن کو اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب مانا ہے۔ اور عرب کے در یتیم محمد بن عبد اللہﷺ کو اللہ تعالیٰ کا آخری رسولﷺ تسلیم کیا ہے۔ کوئی فتنہگر اگر اس تواتر کو بھی اگر مشکوک قرار دینے کی ٹھان لے تو پھر اسلام میں کونسی چیز شک سے محفوظ رہ سکتی ہے۔

ان حسینوں کا لڑکپن ہی رہے یا داللہ

ہوش آتا ہے تو آتا ہے۔ ستانا دل کا

مختصر یہ کہ قربانی کی اصل نوعیت یہ ہرگز نہیں کہ ہماری تاریخ کا کوئی دور ایسا گزرا وہ جس میں کسی معتمد فقیہ نے قربانی ایسی سنت موکدہ کو مشکوک ٹھرایا ہو۔ (الحمدللہ علی ذالک)

مغالطہ نمبر5

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ اول اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ثانی نے اپنی تمام زندگی بھر عید الاضحیٰ ک موقعہ پر قربانی نہیں کی۔ محض اس لئے کہ پیروکار یہ نا سمجھ لیں کہ قربانی ایک واجب عبادت ہے۔ (محلی ابن حزم ج 7 ص 358)

جواب۔ اس اثر سے یہ استدلال کرنا کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضوان اللہ اجمعین کے نزدیک عید الاضحیٰ کی قربانی کی مشروعیت محل نظر تھی۔ بوجوہ غلط محض اور سراسر خلاف واقعہ ہے۔

1۔ اول اس لیے کہ چونکہ امام ربیعہ امام ثوری۔ امام لیث۔ امام اوزاعی۔ امام ابو حنیفہ۔ قربانی کے وجوب کے قائل تھے۔ لہذا امام ابن حزم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ حضرت عمر اور حضرت ابو مسعود بدری۔ وغیرہ صحابہ کے یہ آثار پش کر کے قائلین وجوب کے علی الرغم یہ ثابت کر رہے ہیں۔ کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ کرام سے قربانی کا وجوب ثابت نہیں۔ جیسا کہ موصوف اسی صفحہ پر یہ تصریح فرماتے ہیں۔ (المحلی ج 7 ص 358)

امام شافعیؒ نے بھی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے اس اثر کا یہی مطلب بیان فرمایا ہے۔ کتاب الام ج 2 ص 189 جیسا کہ یہ حقیقت آپ کے پش کردہ ترجمہ کی خط کشیدہ عبارت سے بھی صاف واضح ہے۔ جس پر آپ نے نہ جانے کیوں نہیں غور فرمایا۔

امام محمد بن اسماعیل الامیر ف 182ھ نے بھی ان آثار کا یہی مطلب متعین فرمایا ہے۔

وافعال الصحابۃ دالۃ علی عدم الایجاب (سبل السلام ج 4 ص 91)

کہ صحابہ کرام کا یہ طرز عمل قربانی کے عدم وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 13 ص 9-32

محدث فتویٰ